Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

Al-Qirtas

The thoughts of Western thinkers about Islam, an analytical study: 2020 - 2024 AD

اسلام کے بارے میں مغربی مفکرین کے افکار،ایک تجزیاتی مطالعہ:2020-2024م

Muhammad Naseer
Dr. Majid Rashid
Dr. Mazhar Hussain Bhadroo

MS Scholar, Islamic Studies, Institute of Humanities and Arts, Khawaja Fareed University of Engineering and Information Technology, RYK at-naseermahar02@gmail.com
Assistant Professor, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK at-majid.rashid444@gmail.com
Lecturer, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK at-mazharhussainbhadroo@gmail.com

Abstract

Western thinking about Islam is characterized by a complex interplay of historical legacies, geopolitical dynamics, and sociocultural factors that continue to shape perceptions and policies in contemporary societies. The themes examined—Islam as a political ideology, Islam o phobia and securitization, interfaith dialogue and pluralism, and migration and multiculturalism—reflect the diversity of perspectives and challenges inherent in navigating cultural pluralism and religious diversity. In which highlight key moments where issues of freedom of expression, religious sensitivity, and social integration intersect, with profound implications for the balance between individual rights and collective cohesion. Moving forward, promoting respectful dialogue, fostering mutual understanding and protecting human rights is essential to addressing the complexities of Islam-West relations and promoting inclusive societies based on the principles of tolerance, respect and social justice. As global interconnectedness increases, lessons from Western thinking about Islam underscore the importance of engaging in informed, compassionate, and inclusive dialogue to address contemporary challenges and harmonious coexistence in a diverse world promote. Illustrates the complexities of Western ideas about Islam, highlighting the intersection of religion, culture, politics, and human rights in the contemporary global context. By examining these issues in detail, scholars, policymakers, and the public gain insight into the challenges and opportunities for promoting mutual understanding, respecting diversity, and promoting social cohesion in multicultural societies. Can. The very important thing of this research is that it examines the evolution and change of western attitudes and thoughts in eighty years. The result is that the West is heavily influenced by secular movements. Most Western philosophies arise from materialism. The West denies the soul and the spiritual world. Einstein denied a personal God but affirmed the God of pantheism. Philosophers like Henri Bergson seem to defend religion somewhat, but they do not make religion the subject directly.

Al-Qirtas ARABIC

ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اسلام کے بارے میں مغربی افکار تاریخی ورثے، جغرافیائی سیاسی حرکیات، اور سماجی و ثقافتی عوامل کے پیچیدہ تعامل کی خصوصیت رکھتا ہے جو عصری معاشروں میں تصورات اور پالیسیوں کو تشکیل دیتے رہتے ہیں۔ جن موضوعات کا جائزہ لیا گیا تھا—اسلام بطور ایک سیاسی نظریہ، اسلام فوبیا اور سیکیورٹائزیشن، بین المذاہب مکالمہ اور تکثیریت، اور ہجرت اور کثیر الثقافتی—ثقافتی تکثیریت اور مذہبی تنوع کو نیویگیٹ کرنے میں موروثی تناظر اور چیلنجوں کے تنوع کو ظاہر کرتے ہیں۔

اور ان اہم لمحات کو نمایاں کیا جہاں آزادی اظہار، مذہبی حساسیت، اور سماجی انضمام کے مسائل آپس میں جڑے ہوئے ہیں، جس سے انفرادی حقوق اور اجتماعی ہم آہنگی کے درمیان توازن پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسلام اور مغرب تعلقات کی پیچیدگیوں کو آگے بڑھانے اور رواداری، احترام اور سماجی انصاف کے اصولوں پر مبنی جامع معاشروں کو فروغ دینے کے لیے آگے بڑھنا، باعزت مکالمے کو فروغ دینا، باہمی افہام و تفہیم کو فروغ دینا اور انسانی حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔ جیسے جیسے عالمی باہم ربط بڑھتا ہے، اسلام کے بارے میں مغربی افکار سے حاصل ہونے والے اسباق عصری چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے باخبر، ہمدردانہ اور جامع گفتگو میں شامل ہونے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں اور متنوع دنیا میں ہم آہنگی کے ساتھ بقائے باہمی کو فروغ دیتے ہیں۔

اسلام کے بارے میں مغربی افکار کی پیچیدگیوں کو واضح کرتی ہیں، عصری عالمی تناظر میں مذہب، ثقافت، سیاست، اور انسانی حقوق کے انقطاع کو نمایاں کرتی ہیں۔ ان معاملات کا تفصیل سے جائزہ لینے سے، علماء، پالیسی ساز، اور عوام باہمی افہام و تفہیم کو فروغ دینے، تنوع کا احترام کرنے، اور کثیر الثقافتی معاشروں میں سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے چیلنجوں اور مواقع کے بارے میں بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس تحقیق کی بہت اہم بات یہ ہے کہ اس میں اسّی سال میں مغربی رویوں اور افکار کے ارتقاء اور تبدیلی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مغرب لامذہبیت کی تحریکوں سے بہت متاثر ہے۔ مغرب کے زیادہ تر فلسفے مادیت پرستی سے اٹھتے ہیں۔ مغرب روح اور روحانی دنیا کا انکار کرتا ہے۔ آئن سٹائن نے شخصی خدا کا انکار کیا مگر پین تھی ازم کے خدا کا اثبات کیا۔ ہنری برگساں جیسے فلسفی مذہب کا کچھ دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر انہوں نے براہ راست مذہب کو موضوع نہیں بنایا۔

اسلام کے بارے میں مغربی مفکرین کے افکار

ماریو بنجی

Mario Bunge [1919 – 2020 AD]

ارجنٹائن کینیڈین فلسفی اور فزسسٹ تھا۔ الحاد پر بالواسطہ گفتگو کرتا تھا۔ اہم کتب درج ذیل ہیں:

Is religious education compatible with science education?
General philosophy and scientific worldview
Between two worlds: Memoirs of a philosopher-scientist

سٹیون وینبرگ

Steven Weinberg (1933 –2021)

امریکی تھوریٹیکل فزسسٹ تھا۔ اس کے مطابق سائنس کی بہت بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ وہ مذہب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ اہم کتب درج ذیل ہیں:

The First Three Minutes: A modern view of the origin of the Universe
Lake Views: This World and the Universe [Essays]

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

A designer universe [res article]
Cosmology [textbook]

کائی نیلسن

Kai Nielsen (1926 –2021)

امریکی فلسفی، فطریت پسند اور ملحد ہے۔یونیورسٹی آف کیلگری میں فلسفے کا پروفیسر ہے۔اہم کتب درج ذیل ہیں:

Ethics Without God,
Atheism & Philosophy
Naturalism and Religion
Does God exist? The debate between theists and atheists
God and grounding of morality
God, Skepticism and Modernity
An introduction to the philosophy of the religion Skepticism

ڈینیل ڈینے

Daniel Dennett [1942 – 2024 AD]

امریکی فلسفی اور علم ادراک کا ماہر cognitive scientist ہے۔جدید الحاد کے چار مرکزی اشخاص میں سے ایک ہے۔اہم کتب درج ذیل ہیں:

Breaking the spell: Religion as a natural phenomenon
Science and religion: Are they compatible? Freedom evolves
Elbow room: The varieties of free will worth wanting

پیٹر۔ایٹکنز:

Peter Atkins (born 1940)

برطانوی کیمیادان ہے۔آکسفورڈ یونیورسٹی میں کیمسٹری کا پروفیسر ہے۔سیکولر نظام کا حامی وداعی ہے۔ سمجھتا ہے کہ مذہبی اعتقادات عقل انسانی کو اپاہج بنا دیتے ہیں، جبکہ سائنس اسے بلندی عطا کرتی ہے۔اہم کتب درج ذیل ہیں:

Four Laws That Drive the Universe,
Galileo's Finger: The ten great ideas of science
The creation
On being: A scientist's exploration of the great questions of existence

رچرڈ ڈاکنز:

Richard Dawkins [Born: 1941 AD]

برطانوی بایولوجسٹ اور ملحد مصنف ہے۔ نظریہ ارتقاء کا پرجوش حامی ہے۔جدید الحاد کے چار ستونوں میں سے ایک ہے۔اس کی اہم کتب درج ذیل ہیں:

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

Why I don't debate creationist? [Res Article]
The God delusion
A Devil's Chaplain
The Blind Watchmaker
Religion: Einsteinian or supernatural? res article
What use is religion? res article
God's utility function res article
Religion's real child abuse res article

باربرافورسٹ

Barbara Forrest [Born: 1952 AD]

ایک امریکی ملحد اور لوزیانا جنوب مشرقی یونیورسٹی Southeastern Louisiana University میں فلسفے کی پروفیسر ہیں۔مذہب کے تخلیق کائنات کے نظریے کی منکر ہیں۔ان کی اہم کتب درج ذیل ہیں:

<u>Creationism's Trojan Horse</u>

The wedge of intelligent design, co-authored by Paul R. Gross

سٹیون پنکر:

Steven Pinker [Born: 1954]

کینیڈین امیریکن ادراکی نفسیات cognitive psychologist اور نفسیاتی لسانیات psycholinguist کا ماہر ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر ہے۔کائنات کے غیر مادی مبدا کا سخت انکاری ہے۔الحاد کے دفاع میں متحرک کارکن ہے۔اس کی اہم کتب درج ذیل ہیں:

Rationality: Why it is? Why it seems scarce? Why it matters?
Enlightenment now: The case for Reason, Science, Humanism and Progress Most of his work is pure scientific

سیم ہارس:

Sam Harris [Born:1967]

یہ امریکی نیوروسائنٹسٹ اور مصنف ہے۔جدید الحاد کے چار ستونوں میں سے ایک ہے۔اس کی اہم کتب درج ذیل ہیں:

The end of faith: Religion, terror and the future of reason
Letter to a Christian Nation

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

Free Will
The moral landscape: How science can determine human values
Waking up: A guide to spirituality without religion
Islam and the future of tolerance: A dialogue between Sam Harris and Majid Nawaz.

جولین باگنی

[Born: 1968 AD]:**Julian Baggini**

یہ برطانوی فلسفی اور ملحد مصنف ہے۔اس کی اہم کتب درج ذیل ہیں:

Atheism: A very short introduction
Without God is everything permitted?
Freedom Regained: The possibility of free will
Really really big questions about faith [book for children]
The edge of reason: A rational skeptic in an irrational world

رشدی افیئر کے گہرے اور دیرپا سماجی اور سیاسی اثرات بھی تھے جو فوری رد عمل اور تشدد کو بھڑکاتے تھے۔ مغربی معاشروں میں، تنازعہ آزادی اظہار کی حدود اور اس کے ساتھ آنے والی ذمہ داریوں کے بارے میں بات چیت کا ایک مرکزی نقطہ بن گیا۔ دانشوروں، ادیبوں اور کارکنوں نے رشدی کی حمایت میں ریلی نکالی، فتویٰ کو آزادی اظہار کے بنیادی حق پر براہ راست حملہ کے طور پر دیکھا۔ PEN انٹرنیشنل جیسی تنظیموں اور متعدد ادبی شخصیات نے اپنی یکجہتی کا اظہار کیا، مصنفین کو سنسرشپ اور تشدد کے خطرات سے بچانے کی ضرورت پر زور دیا۔اس حمایت نے مغربی جمہوریتوں کے اندر آزاد خیال اور تقریر کے اصولوں کو برقرار رکھنے کے وسیع تر عزم کی نشاندہی کی، یہاں تک کہ جب اس طرح کے تاثرات کچھ لوگوں کے لیے شدید ناگوار ہوں۔

دوسری طرف،اس معاملے نے مغرب میں مسلم کمیونٹیز کے درمیان پسماندگی اور امتیازی سلوک کے جذبات کو تیز کر دیا۔ بہت سے مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کی مذہبی حساسیتوں اور شناختوں کو معمولی اور بے عزت کیا جا رہا ہے، جو پہلے سے موجود تناؤ کو بڑھا رہا ہے اور ثقافتی بیگانگی کے احساس میں حصہ ڈال رہا ہے۔ اس طرح اس معاملے نے کثیر الثقافتی اور تیزی سے متنوع معاشروں میں باہمی احترام اور افہام و تفہیم کی ضرورت پر بحث کو ہوا دی۔ اس نے ان چیلنجوں پر روشنی ڈالی جو اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب آزادی اظہار کی اقدار اقلیتی برادریوں کے مذہبی اور ثقافتی عقائد سے ٹکرا جاتی ہیں، جس سے بات چیت اور بقائے باہمی کے لیے ایک اہم نقطہ نظر کی ضرورت ہوتی ہے [1]۔

جغرافیائی سیاسی اثرات کے لحاظ سے، رشدی افیئر نے مغرب اور اسلامی دنیا کے درمیان ثقافتی اور نظریاتی تقسیم کے تصور کو مضبوط کیا۔ ایران کے ایک برطانوی شہری کے خلاف فتویٰ کے جرات مندانہ دعوے سے یہ بات سامنے آئی کہ مذہبی احکام بین الاقوامی تعلقات کو کس حد تک متاثر کر سکتے ہیں۔ صورتحال نے مطالبہ کیا کہ مغربی حکومتیں مسلم دنیا کے تحفظات اور غم و غصے کو دور کرنے کی ضرورت کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی کے لیے اپنی وابستگی کو متوازن رکھیں۔ یہ توازن عمل اکثر پیچیدہ سفارتی مذاکرات کا باعث بنتا ہے اور عالمی سیاسی اتحاد کی نازک نوعیت اور ان پیچیدہ طریقوں کو اجاگر کرتا ہے جن میں ثقافتی تنازعات بین الاقوامی سفارت کاری کو متاثر کر سکتے ہیں۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

مزید یہ کہ رشدی افیئر نے ادبی اور فنکارانہ برادریوں پر ایک ٹھنڈا اثر ڈالا۔ پرتشدد رد عمل اور رشدی کی زندگی کو لاحق خطرات نے مصنفین اور فنکاروں میں خوف اور احتیاط کا احساس پیدا کیا جو تنازعہ موضوعات سے نمٹنے پر غور کر سکتے ہیں۔ اس معاملے نے خود سنسر شپ کو جنم دیا، کچھ تخلیق کاروں نے ایسے موضوعات سے گریز کیا جو اسی طرح کے غم وغصے کو بھڑکا سکتے ہیں، اس طرح تخلیقی آزادی کے منظر نامے کو متاثر کیا گیا۔ تاہم، اس نے ایک جوابی تحریک کو بھی متحرک کیا جو غیر متزلزل اظہار کی وکالت کرتی ہے، دھمکیوں اور تشدد کے دباؤ کے خلاف پیچھے ہٹتی ہے۔

فتویٰ کے بعد کے سالوں میں، رشدی نے آزادی اظہار کی اہمیت کے بارے میں لکھنا اور بولنا جاری رکھا، جو جبر کے خلاف لچک کی علامت بن گیا۔ اس کی مسلسل ادبی شراکتیں اور عوامی نمائش ان لوگوں کے خلاف بغاوت کی کارروائیاں ہیں جنہوں نے اسے خاموش کرنے کی کوشش کی، اس خیال کو تقویت دی کہ قلم، واقعی، تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔ آخر میں، رشدی افیئر نے نہ صرف آزادی اظہار اور مذہبی احترام کے درمیان نازک توازن کو سامنے لایا بلکہ ثقافتی، سماجی اور سیاسی مناظر پر بھی دیرپا اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہ ایک گلوبلائزڈ دنیا میں بقائے باہمی کی پیچیدگیوں پر گفتگو کا ایک اہم واقعہ ہے، جو جمہوری معاشروں کی بنیاد رکھنے والے آزادی اور اظہار کے اصولوں کے ساتھ گہرے مانے ہوئے عقائد کو ہم آہنگ کرنے کے لیے جاری جدوجہد کی عکاسی کرتا ہے۔

سیاق وسباق اور رد عمل" : شیطانی آیات "پر اسلام کی توہین اور مذہبی شخصیات کا مذاق اڑانے کا الزام لگایا گیا، جس کے نتیجے میں مظاہرے ہوئے، کتابوں کو نذر آتش کیا گیا، اور مسلمانوں کی بڑی آبادی والے متعدد ممالک میں اس پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا۔ اس وقت ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ روح اللہ خمینی نے 1989 میں ایک فتویٰ (مذہبی حکم) جاری کیا جس میں رشدی کو پھانسی دینے کا مطالبہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں آزادی اظہار کی وکالت کرنے والی مغربی حکومتوں اور مذہبی حساسیت پر زور دینے والے مسلم اکثریتی ممالک کے درمیان تناؤ بڑھ گیا[2]۔

اثر اور میراث : رشدی افیئر نے مغربی معاشروں میں آزادی اظہار کی حدود، مذہبی جذبات کے تحفظ اور اقلیتی برادریوں کی ثقافتی حساسیت کے بارے میں بحث کو ہوا دی۔ اس نے مذہبی عقائد اور ثقافتی تنوع کے احترام کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی کو متوازن کرنے کے چیلنجوں پر زور دیا۔ اس معاملے نے بڑھتی ہوئی عالمگیریت کی دنیا میں مذہب، سیاست اور انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی مسائل پر تشریف لے جانے کی پیچیدگیوں کو بھی اجاگر کیا۔

ڈینش کارٹون تنازعہ:

ڈنمارک کے کارٹون کا تنازعہ 2005 میں اس وقت شروع ہوا جب ڈینش اخبار Jyllands-Posten نے پیغمبر اسلام کی تصویر کشی کرنے والے بارہ ادارتی کارٹون شائع کیے۔ ان کارٹونوں کے پیچھے کا مقصد سیلف سنسر شپ اور آزادی اظہار کے بارے میں بحث کو ہوا دینا تھا۔ تاہم، انہیں بہت سے مسلمانوں نے توہین آمیز اور بے عزتی کے طور پر سمجھا، جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر احتجاج اور مذمت ہوئی۔ تنازعہ نے آزادی اظہار اور مذہبی عقائد کے احترام کے درمیان تناؤ کے ساتھ ساتھ متنوع ثقافتی سیاق وسباق میں طنز اور اظہار کی حدود کے بارے میں مختلف خیالات کو اجاگر کیا۔ رد عمل پرامن مظاہروں سے لے کر پرتشدد فسادات تک تھے، اور سیاسی، سماجی اور مذہبی جہتوں پر مشتمل بحث عالمی سطح پر پھیل گئی۔ اس واقعے نے مذہبی جذبات کے احترام کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی میں توازن پیدا کرنے میں شامل پیچیدگیوں اور حساسیت کو اجاگر کیا[3]۔

ڈینش کارٹون تنازعہ کے اہم اور دوررس نتائج تھے۔ کارٹونز کی اشاعت سے عالمی سطح پر مسلم کمیونٹیز میں فوری اور بڑے پیمانے پر غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ ڈنمارک، مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا سمیت کئی ممالک میں بڑے پیمانے پر مظاہرے پھوٹ پڑے، جن میں سے کچھ پرتشدد ہو گئے، جس کے نتیجے میں املاک کو نقصان پہنچا، زخمی ہوئے اور یہاں تک کہ اموات بھی ہوئیں۔ ڈنمارک کے سفارت خانوں اور مفادات کو نشانہ بنایا گیا، جس سے ڈنمارک اور متعدد مسلم اکثریتی ممالک کے درمیان سفارتی تناؤ پیدا ہوا۔ اس

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

تنازعہ نے مغربی ممالک میں آزادی اظہار کی حدوداور مذہبی جذبات کا احترام کرنے کی ضرورت کے بارے میں ایک گرما گرم بحث کو بھی جنم دیا۔ جب کہ مغرب میں بہت سے لوگوں نے آزادی اظہار رائے کے طور پر کارٹونوں کا دفاع کیا، دوسروں نے انہیں غیر ضروری طور پر اشتعال انگیز اور بے عزتی کے طور پر تنقید کا نشانہ بنایا۔

اس واقعے نے آزادی اظہار پر سیکولر اور مذہبی نقطہ نظر کے درمیان گہری ثقافتی اور نظریاتی تقسیم کو بے نقاب کیا۔اس کے نتیجے میں بات چیت میں اضافہ ہوااور مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے درمیان زیادہ افہام و تفہیم کا مطالبہ کیا گیا، لیکن اس نے اسلامو فوبک جذبات کو بھی ہوادی اور کشیدگی کو بڑھادیا۔ڈنمارک کا کارٹون تنازعہ ایک بڑھتی ہوئی باہم مربوط دنیامیں آزادانہ تقریر، مذہبی احترام،اور کثیر الثقافتی بقائے باہمی کے پیچیدہ تعامل کو نیویگیٹ کرنے میں موروثی چیلنجوں کی ایک مضبوط مثال ہے۔

سیاق وسباق اور رد عمل : کارٹونز کی اشاعت نے بڑے پیمانے پر احتجاج، ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ اور ڈنمارک اور مسلم اکثریتی ممالک کے درمیان سفارتی تناؤ کو جنم دیا۔ناقدین کا کہنا تھا کہ کارٹونز نے مسلمانوں اور اسلام کے منفی دقیانوسی تصورات کو تقویت بخشی، جبکہ آزادی اظہار کے محافظوں کا کہنا تھا کہ جمہوری معاشروں میں متنازعہ رائے کے اظہار کا حق ضروری ہے[4]۔

اثر اور میراث : ڈنمارک کے کارٹون تنازعہ نے میڈیا آؤٹ لیٹس کی ذمہ داریوں، آزادی اظہار کی حدود،اور ثقافتی اور مذہبی حساسیت کے اخلاقی تحفظات کے بارے میں گہرے سوالات اٹھائے۔اس نے آزادی اظہار، مذہبی تکثیریت،اور کثیر الثقافتی معاشروں میں سماجی ہم آہنگی کے بارے میں عالمی سطح پر بات چیت کا آغاز کیا۔تنازعہ نے متنوع اور باہم جڑی ہوئی دنیا میں باعزت مکالمے، ثقافتی اختلافات کو سمجھنے اور باہمی احترام کو فروغ دینے کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا۔

غربی معاشروں میں شرعی قانون پر بحثیں:

مغربی معاشروں میں شرعی قانون پر بحثیں بنیادی طور پر سیکولر قانونی فریم ورک کے اندر اسلامی قانونی اصولوں کو ضم کرنے کے پیچیدہ اور اکثر متنازعہ مسئلے کے ارد گرد ہوتی ہیں۔یہ بحثیں خاص طور پر عائلی قانون، مالیات اور ثالثی جیسے شعبوں میں مناسب ہیں۔عائلی قانون میں، شرعی اصول شادی، طلاق، بچوں کی تحویل،اور وراثت کو حل کر سکتے ہیں، جس سے یہ بحث شروع ہوسکتی ہے کہ یہ طرز عمل صنفی مساوات، انسانی حقوق،اور سیکولرازم کے بارے میں مغربی قانونی اصولوں سے کیسے ہم آہنگ یا ان سے ہٹتے ہیں۔ مثال کے طور پر، شریعت پر مبنی خاندانی ثالثی نے خواتین کے ساتھ غیر مساوی سلوک کے امکانات کے بارے میں خدشات کو جنم دیا ہے، کیونکہ اسلامی فقہ بعض اوقات طلاق اور وراثت کے معاملات میں مردوں اور عورتوں کو مختلف حقوق دے سکتی ہے۔فنانس کے دائرے میں، اسلامی بینکاری شرعی اصولوں کے مطابق چلتی ہے، جو سود (ربا) کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور رسک شیئرنگ اور اخلاقی سرمایہ کاری پر زور دیتے ہیں۔اس کی وجہ سے شریعت کے مطابق مالیاتی مصنوعات اور خدمات کی ترقی ہوئی ہے، جسے کچھ مغربی مالیاتی اداروں نے مسلمان گاہکوں کو پورا کرنے کے لیے اپنایا ہے۔تاہم، ان اصولوں کو مغربی مالیاتی نظاموں میں ضم کرنے سے ریگولیٹری تعمیل، شفافیت،اور موجودہ اقتصادی فریم ورک کے ساتھ اسلامی مالیاتی طریقوں کی مطابقت سے متعلق چیلنجز پیدا ہوتے ہیں[5]۔

شرعی قانون کے تحت ثالثی بحث کا ایک اور شعبہ ہے، خاص طور پر مسلم کمیونٹیز کے اندر تنازعات کو حل کرنے میں اس کے کردار کے حوالے سے۔حامیوں کا استدلال ہے کہ شرعی ثالثی تنازعات کے حل کے لیے ثقافتی طور پر متعلقہ اور مذہبی طور پر مناسب طریقے پیش کرتی ہے،اس طرح مذہبی اقلیتوں کے اپنے عقیدے پر مکمل عمل کرنے کے حقوق کی حمایت کرتی ہے۔تاہم، ناقدین جبر کے امکانات اور قومی قانونی معیارات کو پامال کرنے کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتے ہیں، خاص طور پر خواتین اور بچوں جیسے کمزور افراد کے حقوق کے تحفظ میں۔یہ بحثیں کثیر ثقافتی، انضمام، اور اس حد تک کہ مغربی معاشروں کو متنوع ثقافتی اور مذہبی طریقوں کو ایڈجسٹ کرنے کے بارے میں وسیع تر سماجی خدشات کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہیں۔شرعی قانون کی رہائش کے حامیوں کا کہنا ہے کہ یہ مذہبی آزادی اور تکثیری معاشرے میں اقلیتی برادریوں کی باعزت

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

شمولیت کے عزم کی عکاسی کرتا ہے۔اس کے برعکس، مخالفین کو خدشہ ہے کہ اس طرح کی رہائش سیکولر قانونی اصولوں کو ختم کر سکتی ہے اور متوازی قانونی نظام کی طرف لے جا سکتی ہے، جس سے سماجی ہم آہنگی اور قانون کے سامنے مساوات کو نقصان پہنچے گا۔

بالآخر، مغربی معاشروں میں شرعی قانون پر ہونے والی بحثیں عالمگیر انسانی حقوق اور سیکولر قانونی اصولوں کو برقرار رکھنے کے ساتھ مذہبی تنوع کے احترام میں توازن پیدا کرنے کے لیے جاری جدوجہد کو اجاگر کرتی ہیں۔اس پیچیدہ مکالمے میں نہ صرف قانونی اور سیاسی تحفظات شامل ہیں بلکہ ثقافتی اور نظریاتی اقدار کو بھی شامل کیا گیا ہے، جو اسے معاصر مغربی معاشروں میں کثیر الثقافتی اور سماجی انصاف پر گفتگو میں ایک اہم مسئلہ بنا دیتا ہے۔مغربی معاشروں میں شرعی قانون پر ہونے والی بحث سیکولر قانونی نظاموں کے اندر اس کے نفاذ کے عملی پہلوؤں پر بھی غور کرتی ہے، جو انضمام اور پیدا ہونے والے ممکنہ تنازعات پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ایک اہم پہلو شریعت پر مبنی فیصلوں کی قانونی شناخت اور ان کا نفاذ ہے۔مثال کے طور پر، عائلی قوانین میں، جب کہ کچھ مغربی ممالک مذہبی ثالثی ٹریبونلز کو طلاق اور بچوں کی تحویل جیسے معاملات کو سنبھالنے کی اجازت دیتے ہیں، پھر بھی ان فیصلوں کو قانونی طور پر پابند ہونے کے لیے قومی قوانین کی تعمیل کرنی چاہیے۔یہ دوہرا نظام تناؤ پیدا کر سکتا ہے جب شرعی احکام سیکولر اصولوں سے متصادم ہوں، جیسا کہ صنفی مساوات اور انفرادی حقوق، بنیادی قانونی معیارات پر سمجھوتہ کیے بغیر عدلیہ کی طرف سے مذہبی طریقوں کا احترام کرنے کے لیے ایک نازک توازن عمل کی ضرورت ہے۔

مالیاتی شعبوں میں، شریعت کے مطابق بینکنگ اور سرمایہ کاری کے طریقے، جو سود سے بچتے ہیں اور اخلاقی کاروباری معاملات پر زور دیتے ہیں، مواقع اور چیلنجز دونوں پیش کرتے ہیں۔مغربی مالیاتی اداروں نے مسلمان گاہکوں کو پورا کرنے کے لیے تیزی سے اسلامی مالیاتی مصنوعات کی پیشکش کی ہے، جس کے نتیجے میں اسلامی اصولوں کی تعمیل کو یقینی بنانے کے لیے شریعہ نگران بورڈز کا قیام عمل میں آیا ہے۔تاہم، مغربی ریگولیٹری فریم ورک کے اندر ان طریقوں کو ضم کرنے سے شفافیت، رسک مینجمنٹ، اور ریگولیٹری ثالثی کے امکانات سے متعلق مسائل پیدا ہوتے ہیں۔مزید برآں، مؤثر نگرانی اور انضمام کو یقینی بنانے کے لیے مالیاتی پیشہ ور افراد اور ریگولیٹرز کو اسلامی مالیات کی باریکیوں سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے[6]۔شرعی قانون کے تحت ثالثی، خاص طور پر مغرب میں مسلم کمیونٹیز کے اندر، نے اہم بحث کو جنم دیا ہے۔حامیوں کا استدلال ہے کہ یہ تنازعات کے حل کے لیے ثقافتی طور پر حساس اور مذہبی طور پر موافق راستہ فراہم کرتا ہے، کمیونٹی کے احساس کو فروغ دیتا ہے اور مذہبی اصولوں کا احترام کرتا ہے۔تاہم، ناقدین جبر کے امکانات، خاص طور پر خواتین اور پسماندہ گروہوں کے لیے، اور اس خطرے کے بارے میں خدشات کا اظہار کرتے ہیں کہ شرعی ثالثی سیکولر قانونی نظاموں کی طرف سے پیش کردہ تحفظات کو نظر انداز کر سکتی ہے۔اس بات کو یقینی بنانا کہ شریعت پر مبنی ثالثی قومی قانونی معیارات کا احترام کرتی ہے، خاص طور پر انسانی حقوق اور مساوات کے حوالے سے، ایک متنازعہ اور جاری چیلنج ہے۔

مغربی معاشروں میں شریعت کے نفاذ کے وسیع تر سماجی اثرات گہرے ہیں۔ایک طرف، ایسی رہائش کو مذہبی آزادی اور تکثیری معاشرے میں متنوع ثقافتی طریقوں کی شمولیت کے ثبوت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔دوسری طرف، یہ خدشہ ہے کہ شرعی اصولوں کو شامل کرنے سے متوازی قانونی نظام قائم ہو سکتا ہے، جو ممکنہ طور پر سماجی ہم آہنگی اور قانون کے تحت مساوی سلوک کے اصول کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔یہ تناؤ بنیاد پرستی اور شریعت کی سیاست کے بارے میں بڑھتے ہوئے خدشات سے مزید بڑھ گیا ہے، جو اسلاموفوبک جذبات کو ہوا دے سکتا ہے اور تعمیری بات چیت میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔خلاصہ یہ کہ مغربی قانونی فریم ورک کے اندر شرعی قانون کے انضمام میں قانونی، ثقافتی اور نظریاتی تحفظات کے ایک پیچیدہ منظر نامے پر تشریف لے جانا شامل ہے۔اس کے لیے ایک باریک نقطہ نظر کی ضرورت ہے جو عالمگیر انسانی حقوق اور سیکولر قانونی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے مذہبی تنوع کا احترام کرے۔جاری بحث کثیر الثقافتی، انضمام، اور کس حد تک مغربی معاشرے سماجی ہم آہنگی اور قانونی سالمیت کو برقرار رکھتے ہوئے مذہبی اور ثقافتی اختلافات کو ایڈجسٹ کر سکتے ہیں کے بارے میں وسیع تر سماجی سوالات کی عکاسی کرتی ہے۔

سیاق وسباق اور رد عمل : مغربی ممالک میں مسلم کمیونٹیز نے شادی، طلاق، وراثت، اور تجارتی لین دین سے متعلق شرعی قانون کے پہلوؤں پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ شرعی قانون مغربی قانونی اصولوں سے متصادم ہو سکتا ہے، خاص طور پر صنفی مساوات اور انفرادی حقوق سے متعلق شعبوں میں۔ متوازی قانونی نظام کے امکانات اور سماجی ہم آہنگی اور مسلم کمیونٹیز میں پسماندہ گروہوں کے حقوق کے بارے میں خدشات موجود ہیں۔

اثر اور میراث : شریعت کے قانون پر ہونے والی بحثوں نے قانون سازی میں اصلاحات، عدالتی احکام، اور کثیر ثقافتی، مذہبی آزادی، اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں عوامی بحث کو فروغ دیا ہے۔ مغربی ممالک نے شرعی قانون سے نمٹنے کے لیے مختلف طریقے اپنائے ہیں، جن میں قانونی رہائش، ریگولیٹری فریم ورک، اور کمیونٹی کی شمولیت کے اقدامات شامل ہیں جن کا مقصد افہام و تفہیم اور انضمام کو فروغ دینا ہے۔ یہ بات چیت جاری رہتی ہے کیونکہ معاشرے ثقافتی تنوع، انسانی حقوق، اور تکثیری جمہوریتوں میں قانون کی حکمرانی کے مسائل پر تشریف لے جاتے ہیں[7]۔

نتائج:

مغرب کے موجودہ افکار جرمنی کے فلسفی فریڈرک نیٹشے سے متاثر ہیں۔

مارک ٹوائن اور جارج برنارڈ شا جیسے ادیبوں اور ناول نگاروں نے موجودہ مذہب بیزاری اور الحاد کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

ولیم جیمز اور سگمنڈ فرائڈ علم نفسیات کے ماہرین میں مذہب کے بارے میں دو مختلف نظریات رکھنے والے افراد تھے۔ ولیم جیمز مذہب کے بارے میں دفاعی رویہ رکھتا تھا اور فرائڈ منفی اور انکاری مزاج رکھتا تھا۔

سگمنڈ فرائڈ نے جنسی خواہشات اور جذبات کو انسانی فطرت کا حصہ قرار دے کر مذہب کی مقرر کردہ حدود کو توڑ ڈالا اور جنسی بے راہ روی کی بنیاد ڈالی۔

سائمن ویل نے الحاد کو مذہب کی مصفی شکل قرار دیا۔ نیز اس نے مذہبی تصورات کو بے حد پیچیدہ بنا کر اپنا فلسفہ پیدا کیا۔

وائٹ ہیڈ نے ڈیوڈ ہیوم کی فرسودہ تشکیک کو نئے پیرائے میں پیش کر کے مذہب کو مشکوک بنا دیا۔ اور عیسائیت کے عقائد پر تنقید کی۔

روسی فلسفی اور متکلم نکولا بردائیو عیسائیت کے آرتھوکوس نظریے کی ترویج کرتا تھا۔ اس کے نزدیک تخلیق اور تخلیقی عمل خدا تعالی کی نشانیوں میں سے ہے۔ یہ مرنے کے بعد کی ابدی زندگی اور روحانی دنیا کا اثبات کرتا تھا۔

بیسویں صدی میں پچاس کی دہائی میں لڈوگ وٹگنسٹائن بہت اہم فلسفی تھا جس نے علمیات میں نئی جہات پیدا کیں۔

فرانسیسی فلسفی البرٹ کامو مذہبی اعتقادات کو فلسفیانہ خودکشی قرار دیتا تھا۔

جرمن فلسفی پال ٹیلچ یہ کہتا تھا کہ انسان کی فطرت میں مذہب کا ایک لاشعوری تصور رکھ دیا گیا ہے۔

سویزرلینڈ کا فلسفی کارل بارتھ الحاد کا رد کرتا تھا اور اس کے مقابلے میں عیسائی آرتھوڈوکس نظریے کی تجدید کا قائل تھا۔

برٹرینڈرسل الحادی نظریات رکھتا تھا اور انسانی روح کی دوسری زندگی اور ابدی زندگی کی نفی کرتا تھا۔

فرانسیسی فلسفی گبریل مارسل عیسائی کیتھولک نظریات رکھتا تھا۔ یہ مذہبی اعتقادات کو زندگی میں امید کا سرچشمہ قرار دیتا تھا۔

جرمن فلسفی مارٹن ہائیڈ گر مارٹن لوتھر سے کچھ حد تک متاثر تھا۔ یہ خدا پر یقین رکھتا تھا مگر کائنات اور خدا کو ایک ہی قرار دیتا تھا۔

فرانسیسی وجودی فلسفی جان پال سارٹر ملحد تھا اور خدا کے وجود کا انکار کرتا تھا۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

روسی نزاد امریکی ناول نگار آئن راند عقلیت پرستی اور معروضی فلسفے کی حامی تھی۔ وہ ملحد تھی اور مافوق الفطرت چیزوں کا انکار کرتی تھی۔

فرانسیسی فلسفی مشیل فوکالٹ اپنے فلسفے کی بنیاد الحاد پر رکھتا ہے۔

فرانس کا یہودی فلسفی امانوئیل لیوناس اخلاقیات، مابعد الطبیعیات اور علم الوجود کے باہمی ربط پر بحث کرتا تھا۔ اس کے فلسفے میں مذہبی رنگ غالب تھا۔

برطانوی فلسفی اور ناول نگار آئرس مردوخ اپنے زمانے کے دیگر مغربی مفکرین کے برخلاف مذہبی رجحان رکھتی تھی۔

فرانسیسی فلسفی جیک ڈیرڈا اپنی فلسفیانہ ابحاث میں مذہب کو خاص اہمیت دیتا ہے مگر خود مذہب کا کھل کر دفاع بھی نہیں کرتا۔

امریکی مصنف کرسٹوفر ہچنز الحاد میں اس قدر متشدد تھا کہ خود کو مذہب کا دشمن کہتا تھا۔

امریکی مفکر پال کرٹز تشکیک کی ترویج کے ساتھ مذہب کا انکار کرتا تھا۔

امریکی فلسفی جان ہک اپنے فلسفے میں مذہب کو بہت اہمیت دیتا تھا۔

امریکی مذہبی فلسفی ہیوسٹن سمتھ مذہب کو عقل کا خلاصہ اور معراج بتلاتا تھا۔

کینیڈین فلسفی ماریو بنجی مذہبی تعلیم کو سائنسی فہم کے راستے میں رکاوٹ قرار دیتا ہے۔ یہ خود ملحد ہے اور مذہب کو ایک دھوکہ قرار دیتا ہے۔

امریکی سائنس دان سٹیون وینبرگ ملحد تھا مگر وہ کہتا تھا کہ سائنس خدا پر ایمان کو ناممکن نہیں بناتی، البتہ خدا کے انکار کو ممکن ضرور بنا دیتی ہے۔

مصادر و مراجع

محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ۳۲
محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ۴۴
محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ۱۷
محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ۱۷
محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ۷۹
محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ۸۳
[7] محمد رائے" .(2018) . مغربی سیاسی مبصرین کی نظر میں اسلامی جمہوریت ."کراچی: جامعہ کراچی، ص ٦٤